© rasailojaraid.com



جناب عباداللہ فاروقی

# حجتہ الاسلام امام محمدؒ الغزالی کا فکری ارتقاء

امام غزالیؒ ۴۵۰ھ میں خراسان کے ایک ضلع طائران میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمدؒ سوت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر غزال کہلاتے تھے۔ آپ نے اپنے نام پر بیٹے کا نام محمدؒ رکھا جو اپنے والد کے پیشے سے مناسبت سے غزالی مشہور ہوا۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد جرجان میں ابونصر اسمٰعیل سے سلسلۂ تلمذ رہا۔ اسکے بعد نیشاپور میں امام الحرمین کی خدمت سے فیض حاصل کیا جو اس زمانہ کے اکابر میں سے تھے۔ اور نظامیہ کالج میں درس دیتے تھے۔ بہت جلد غزالی اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ امام صاحب ان کو بحر مندق (علوم کا بحر بے کنار) کہا کرتے تھے۔ امام صاحب نے ان کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ غزالیؒ امام صاحب کی وفات ۱۰۸۵ء تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کی محبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ استاد کی وفات پر ۲۸ برس کی عمر میں انھوں نے نیشاپور چھوڑا

## امام غزالی نظام الملک کے دربار میں:-

پانچویں صدی ہجری میں عباسیوں کی حکومت مائل بہ انحطاط ہو چکی تھی علوم وفنون کے سوتے خشک ہونے لگے تھے۔ اور اجتہاد کے بجائے تعصب و تقلید کا دور دورہ تھا خلیفتہ المسلمین کی ماتحتی میں آل سلجوق نے اپنا اقتدار قائم کیا۔ اور سنہ ۴۳۹ھ میں ملک پر اپنا تسلط جما لیا۔ طغرل بیگ ان کا پہلا حاکم تھا۔ اس کے بعد ملک شاہ اور الپ ارسلان اس کے جانشین مقرر ہوئے۔ طغرل

© rasailojaraid.com

علم دوست اور علماء و فضلا کا بے حد قدردان تھا۔ اسکی علم دوستی نے اس کے دربار کو بہت جلد عالموں اور فاضلوں کا مرجع بنا دیا چنانچہ بغداد کے بعد عالم اسلام میں علمی حیثیت اگر کسی شہر کو ہوئی تو وہ نیشاپور تھا جس کو مرکز علم و فنون بنانے کے لئے طغرل نے بے بہا دولت خرچ کی۔ اگر بغداد کو ابو اسحٰق شیرازی پہ ناز تھا تو نیشاپور کو امام الحرمین پر فخر تھا۔

امام صاحب کو یہ شہرت ان کو ملک شاہ سلجوقی کے وزیر اعظم نظام الملک کے دربار میں لے گئی۔ نظام الملک نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔ اس وقت امام صاحب کی عمر ۳۴ برس تھی۔

امام غزالی ۴۸۴ھ میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے اور مدرسہ نظامیہ کی درس و تدریس کا کام اپنے ذمہ لیا۔ آپکے درس میں تین سو مدرس اور ایک سو رؤسا و امراء روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ درس کے علاوہ وہ وعظ بھی کہتے تھے ان مواعظ میں وہ ہمیشہ علمی مسائل پر روشنی ڈالتے تھے مدرسہ نظامیہ میں انہوں نے ایک سو تراسی وعظ فرمائے جو بعد میں مجالس غزالی کے نام سے مرتب ہوئے۔

امام غزالی نے اپنی تلاش حق اور روحانی ارتقاء کا بیان نہایت وضاحت سے اپنی تصنیف المنقذ من الضلال (یعنی گمراہی سے بچانے والی) میں سپرد قلم کر دیا ہے یہ کتاب انکی روحانی ارتقاء کی بابت انکی خود نوشتہ سوانح ہے۔ اس میں ان کے فلسفیانہ اعتراضات ہیں۔ مختلف مذاہب فلسفہ میں انکی سرگردانی کا بیان۔ ذہنی دقیقہ رسی اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے یہ دنیا کی بہترین کتابوں کے مقابلہ میں پیش کی جاتی ہے۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح امام صاحب عزت و شہرت و آرام کی زندگی گذار رہے تھے کہ ان کی طبیعت نے پلٹا کھایا اور دنیا پر لات مار کر گوشہ نشین ہو گئے۔ وہ بغداد سے شام کو روانہ ہو گئے۔ دمشق پہنچ کر انہوں نے سخت مذہبی ریاضتیں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ کئی کئی دن اس شغل میں گذر جاتے۔ لیکن علمی مشاغل یہاں بھی نہ چھوڑے۔ وہ اس حال میں بھی دمشق کی جامع مسجد میں برابر درس دیتے رہے۔ دو سال بعد بیت المقدس کا رخ کیا۔ وہاں کچھ دن یاد الٰہی میں بسر کئے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کے بعد حج کی نیت کی اور ایک عرصہ مکہ معظمہ میں رہ کر مصر روانہ ہو گئے۔ وہ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں تحریر فرماتے ہیں۔

چونکہ میری طبیعت شروع ہی سے تحقیق کی طرف مائل تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ تقلید کی بندش ٹوٹ گئی۔ اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن میں جم گئے تھے ان کی وقعت جاتی رہی میں نے خیال کیا کہ اس قسم کے تقلیدی عقائد تو عیسائی، یہودی وغیرہ سب ہی رکھتے ہیں اصل علم وہ ہے جس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

آگے چلکر لکھتے ہیں۔

"سب سے آخر تصوف کا مطالعہ کیا۔ چونکہ یہ فن در حقیقت عملی ہے اس لئے علم سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اور عمل کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی عبادت اور پاکبازی پر پوری توجہ دی جائے۔ ادھر اپنے مشغلوں کو دیکھا تو کسی میں خلوص نہ تھا درس و تدریس میں اس لئے طبیعت لگتی تھی کہ اس سے شہرت اور عزت میں اضافہ ہوتا تھا۔ ان واقعات نے دل میں خیال پیدا کیا کہ بغداد سے نکل کھڑا ہوں۔ اور سب تعلقات چھوڑ دوں۔ چھ ماہ پس و پیش میں گذرے نتیجہ یہ ہوا کہ بولنے تک کو جی نہ چاہتا تھا درس و تدریس کا سلسلہ بند ہو گیا ہر قسم کی قوت جاتی رہی۔ طبیبوں نے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آخر کار میں نے سفر کا پکا ارادہ کر لیا۔ تمام عالموں۔ رئیسوں اور وزیروں نے مجھے روکنا چاہا لیکن میں اصل حقیقت کو پہنچ چکا تھا۔

اس آخری فقرے کی مختصر شرح یوں ہے۔ کہ غزالی کے خمیر میں علم کی نہ بجھنے والی پیاس موجود تھی۔ اگر وہ اپنے خیالات کی دنیا میں مقید رہتے تو وہ ایک زبردست فلسفی یا سائنس داں بن کر رہ جاتے۔ لیکن انہوں نے مادی علوم کی مذہبی توجیہ کوشش کرتا تھا۔ اس کے ظاہری اسباب دو تھے۔ اول تو وہ ابتدائی اثرات اور ماحول جن میں انہوں نے پرورش پائی تھی دوسرے وقت کی ضرورت۔ لوگ مادیت اور الحاد سے روحانی سکون کے جویا تھے۔ اور ایسے شخص کے لئے میدان تیار تھا جو مادیت اور روحانیت میں رشتہ قائم کر کے لوگوں کو دعوت فکر و عمل دے۔

غزالی فطرت کی طرف سے تلاش حق کے لئے تجسس اور بیتاب طبیعت لیکر آئے تھے چنانچہ لکھتے ہیں کہ شروع عمر ہی سے علم کی نہ بجھنے والی پیاس میری سرشت میں داخل تھی۔ گویا میری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



طبیعت کا جزوِ ثانیہ بن گئی تھی۔ جیسے ہی میں نے زمانۂ طفلی کو خیرباد کہا۔ میں رسوم و روایات کی زنجیریں توڑ چکا تھا۔ اور موروثی معتقدات سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا تھا۔"

غرض اوائل عمر ہی سے انہوں نے مذہبیات اور الہیات کے مسائل کی چھان بین شروع کر دی تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ عقائد اور فرقوں کے اختلاف ادیان اور مذاہب کے افتراق جو انسانوں میں تفریق پھیلاتے ہیں ایک ایسے سمندر کی طرح ہیں جو شکستہ جہازوں سے پٹا پڑا ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو حقیقت کا حامل اور نجات کا مستحق سمجھتا ہے۔ صغیر سنی یعنی بیس برس کی عمر سے پہلے سے اس وقت تک جب میں پچاس سے متجاوز ہوں میں نے اس وسیع سمندر میں پے در پے غواصی کی ہے میں نے نڈر ہو کر اس کی گہرائیوں کا پتہ لگایا ہے۔ اس کی تاریکی میں پہنچا ہوں اور اس کے پرخطر قصروں میں ہمت آزمائی کی ہے۔ میں نے ہر فرقے کے معتقدات پرکھے۔ ہر مذہب کے اسرار جانے تاکہ صداقت کو باطل سے علیحدہ کر سکوں۔ ان عقائد کی صداقت اور عام صداقت معلوم کرنے کی کوشش میں جن متضاد نتائج کا مجھے سامنا کرنا پڑا انہوں نے مجھے یہ خیال کرنے پر مجبور کیا کہ اگر تلاش حق ہی میرا مقصد ہے تو پہلے مجھے یقین کے بنیادی اصولوں کا تعین کر لینا چاہیئے۔ آخر میں نے سمجھا کہ یقین کسی چیز کے صاف اور مکمل علم کو کہتے ہیں ایسا علم جس میں نہ شبہ کی گنجائش ہو نہ غلطی کا امکان۔ غرض فرقوں کے اختلاف سے غزالی کو الجھن پیدا ہوئی۔ وہ علم چاہتے تھے اور علم الیقین۔

انہوں نے اپنے علم کے ذخیرہ کو جانچا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کا زیادہ حصہ قابل اعتبار نہیں اگر کچھ قابل اعتبار ہو سکتا ہے تو علم جو ہمارے حواسوں سے ہم تک پہنچتا ہے۔ یا جو عقلی اصول کی بنا پر حاصل ہوتا ہے ہیں ان باتوں کے علاوہ جو اپنی دلیل اپنے اندر نہیں رکھتی ہیں۔ سچائی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھ کر وہ اس علم کی جانچ کرتے ہیں۔ جو ان کو حواسوں سے حاصل ہوتا ہے لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ اکثر ہمارا استدلال ہمارے مشاہدات کو غلط ثابت کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ ان ضروری اصولوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جن کو انسانی عقل بھی ضروری قرار دیتی ہے وہ لکھتے ہیں:-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اپنے حواس کی شہادت سے غیر مطمئن ہو کر ان کی ذہنی تخیلات پر بھروسہ کرنا چاہیئے جو بہت گہرے بنیادی اصول پر مبنی ہیں۔ مثلاً دس تین سے زیادہ ہے یا نفی اور اثبات ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے وغیرہ وغیرہ لیکن حواسوں کی بے اعتباری انہیں عقل کی طرف سے بھی بدظن کردیتی ہے اس کی کیا ضمانت کہ حواس کی طرح عقل کی شہادت بھی غلط ثابت نہ ہو جائے گی۔ حواس کی شہادت اس وقت تک صحیح مانی گئی تھی۔ جب تک عقل نے اس کو غلط نہ ثابت کردیا۔ غزالی کہتے ہیں کہ ممکن ہے عقل سے بالاتر بھی کوئی جج ہو جو عقل کے فیصلوں کو بھی باطل کردے۔ اگر ایسا جج ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس کے وجود ممکن ہی نہیں الغزالی کو اس شبہ سے کوئی راہ مفر نہ مل سکی حالتِ خواب کے تجزیئے نے ان کے اس شبہ کو اور قوی کردیا۔ وہ لکھتے ہیں۔ "سوتے میں تم اپنے خوابوں کو بغیر شائبہ و شک کے حقیقی سمجھتے ہو۔ لیکن بیدار ہونے پر ان کی موہوم اصلیت تم پر ظاہر ہو جاتی ہے اس طرح ان خیالات کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے جو اس وقت جاگتے ہیں تم حواس اور عقل کے ذریعے سے حاصل کرتے ہو وہ تمہاری موجودہ حالت میں حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ تمہیں کبھی ایک ایسی حالت پیش آئے جس کے مقابلے میں تمہاری موجودہ حالت ایسی ہی ہو جو تمہاری موجودہ حالت کے مقابلہ میں حالتِ خواب۔ اس نئی دنیا میں شاید تم سمجھو کہ تمہارے عقل کے نتائج وہم سے زیادہ نہ تھے۔ غزالی کی رائے میں شاید موت ہی وہ حالت ہو یا صوفیا کی وہ کیفیت جس کو وہ حال سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب وہ حواسوں کو معطل کرکے اپنی حقیقت میں کھو جاتے ہیں اس وقت جو ان کو نظر آتا ہے وہ حقیقتاً عقل کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ محض بے بنیاد خیال آرائیاں نہ تھیں۔ الغزالی کے یہ شبہات ان کے خلوص نیت پر مبنی تھے۔ یہ حالت تقریباً دو ماہ تک قائم رہی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔ وہ ایک انتہائی متشکک سے زیادہ نہ تھے ان کے تمام یقین اور معتقدات کی بنیاد غائب ہوچکی تھی مشتبہات کی اس تاریکی سے نکالنے میں ان کے عقل و استدلال عاجز آچکے تھے۔ اس وقت خدا نے ایک نور ان کے دل میں طلوع کیا جس نے ان کی راہنمائی کی۔ ( Descartes ) ڈیکارٹس نے اپنے حواسوں اور تجربے سے حاصل کئے ہوئے علم پر شبہ کیا لیکن اپنے خیالات کے وجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے ان کی حقیقت سے وہ انکار نہ کر سکا اور تسلیم کرنے پر مجبور ہوا۔

میں سوچتا ہوں یا اس بات کی دلیل ہے کہ میرا کوئی وجود ہے" اس دلیل پر ڈیکارٹس اپنے تمام فلسفہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ الغزالی اسی راہ پر گامزن ہو کر شک و شبہات کے تمام مدارج طے کرتے ہوئے اپنے حواس کی شہادت سے انکار کرتے ہیں لیکن وہ یہاں پر رک نہیں جاتے بلکہ ایک قدم اور بڑھکر رکھتے ہیں۔ اور اپنے عقل و استدلال کے نتائج پر بھی شک کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنی ہستی کا ثبوت اپنے ارادے میں پاتے ہیں۔

لیکن آخر انہیں سکون حاصل ہو جاتا ہے اس نورِ ایمان اس احساسات معرفت کے ذریعہ سے جو خدا ان کے دل میں پیدا کر دیتا ہے اور ان کو یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے ڈیکارٹس اور غزالی میں ایک فرق اور بھی ہے یعنی ڈیکارٹس مذہب کو فلسفہ سے ثابت کرنا چاہتا ہے اور خدا کے وجود کے عقلی دلائل پیش کرتا ہے لیکن امام غزالی مشہور جرمن فلاسفر کانٹ کی طرح عقل کی کوتاہیوں کے مقر ہیں اور اس کو مذہبی حقائق کے سمجھنے سے قاصر سمجھتے ہیں۔

الغرض جب اس غیبی روشنی کی ہدایت سے الغزالی نے حالت شک سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور ان کے دماغ کا توازن اور ان کی روح کا سکون واپس آگیا اس وقت انہوں نے عقل کے قیاسات و مبادیات کو نئے سرے سے لیا۔ اور ان لوگوں کے معتقدات کا جائزہ لینا شروع کیا۔ جو سچائی کی تلاش میں سرگرم تھے۔ ان کو تین گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔ مذہبی علماء

ب۔ فلاسفہ

ج۔ صوفیاء

غزالی اوّل علماء کے ارشادات و معتقدات کی چھان بین کرتے ہیں لیکن ان کا قلب مطمئن نہیں ہوتا اگر ان کے قضایا کو تسلیم کر لیا جائے تو نتیجہ برحق لیکن اگر ان کے قضایا ہی سے کوئی انکار کر بیٹھے تو اس پر وہ اپنی حقانیت ثابت نہیں کر سکتے۔

اب غزالی فلسفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تین سال اس میں مشغول رہتے ہیں۔ پہلے دو سال فلسفہ کے تمام مذاہب اور ان کے مطالعہ میں صرف کرتے ہیں تیسرا سال ان پر غور کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور نتائج اخذ کرنے میں گذارتے ہیں اس غور و مطالعہ کے نتائج وہ اپنی کتاب تہافتہ الفلاسفہ (فلسفیوں کا رد) میں درج کرتے ہیں۔ اس کے مقدمہ میں الغزالی اس کی تصنیف کا مقصد بیان کرتے ہیں یعنی فلسفہ یونان کے اثر کو لوگوں کے دماغ سے دور کرنا اور ان کو اسلام کی آغوش میں واپس لانا۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوگئے تھے جو مذہبی ضروریات سے صرف اس وجہ سے منکر تھے کہ یونانی حکماء مثلاً سقراط افلاطون اور ارسطو کے پابند نہ تھے۔ اس کتاب میں غزالی فلسفہ یونان کا لب لباب بیس شکلوں میں پیش کرتے ہیں جن کی وہ باری باری تردید کرتے ہیں غزالی یہ ثابت کرتے ہیں کہ یونانی فلاسفہ کے دلائل سے نہ خدا کی ہستی ثابت ہوتی ہے نہ اسکی وحدانیت۔ وہ یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ موجودات عالم کا کوئی خالق ہے بھی یا نہیں۔

میکڈانلڈ لکھتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے سے غزالی نے فلاسفہ پر ضرب کاری لگائی ہے جسطرح قدیم زمانہ میں الاشعری نے کیا تھا۔ وہ بھی انہیں کے ہتھیاروں سے انہیں زیر کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے طریقے اور ان کے قضایا سے کوئی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا اس کتاب میں وہ ذہنی تشکک کے انتہائی درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

ہیوم سے سو سال پہلے وہ علت و معلول کے سلسلہ کی کڑی کڑی بکھیر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علت اور معلول کی نسبت اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جان سکتے کہ ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔

غزالی کہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے ایک چیز دوسرے کے بعد واقع ہوتی ہے فطرت کے قوانین کی کوئی ہستی نہیں واقعات کا عادتاً کسی خاص طریقہ سے رونما ہونا ہی بالفاظ دیگر قانون فطرت ہے۔ بقول رینان کے ہیوم نے بھی اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں کہا فلسفیوں کے استدلال کے متضاد نتیجوں سے الغزالی نے جو عقل و استدلال کی کوتاہی ثابت کی ہے اس کے لحاظ سے وہ کانٹ کا پیشرو ہے۔ وہ عقل کو مابعد الطبیعات کے گہرے مسائل حل کرنے کے ناقابل سمجھتے ہیں۔

علماء اور فلاسفہ کی طرف سے ناامید ہونے کے بعد وہ تصوف میں اپنا روحانی سکون تلاش کرتے ہیں۔ اس دشت میں ایک عرصہ تک سیاحی کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حقیقت کی تلاش میں صوفی ہی صحیح راستہ پر ہے لیکن تصوف کی بنیاد کسی علم پر نہیں ہے بلکہ وہ کیفیات ہیں جن کا تجربہ دل کو ہوتا ہے۔ غزالی کے نزدیک تصوف کا مقصد یہ تھا کہ انسانی خواہشات اور حیوانی میلانات کے جوڑ سے اپنی روح کو آزاد کرلے تاکہ وہ خدا کا مسکن بن سکے

اس زمانہ میں غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم لکھی۔ اس کے متعلق ایک انگریز مصنف کا بیان ہے کہ اگر اس اچھوتی کتاب کا ترجمہ قرون وسطی میں لاطینی میں ہوگیا ہوتا تو ہر شخص ڈیکارٹس کی کتاب (DISCOURSE ON METHOD) پر سرقہ کا الزام لگا دیتا۔ اسی طرح مشہور یوروپین مصنف جارج ہنری لوئی نے اپنی تاریخ فلسفہ میں لکھا ہے کہ اگر یوروپ میں نئے فلسفہ اخلاق کے بانی ڈیکارٹ کے زمانے میں احیاء العلوم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ اس نے غزالی کی احیاء العلوم کو چرالیا ہے حقیقت یہ ہے کہ فلاسفہ یونان سے لیکر غزالی کے عہد تک علم الاخلاق اور علم النفس پر اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں اس میں فلسفہ اور تلقین غزالی دونوں ہیں۔

غزالی سے قبل حکمائے یونان نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں جو عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بوعلی سینا اور فارابی وغیرہ نے بھی فلسفیانہ انداز میں کتابیں لکھیں۔ مذہبی پیرایہ میں ابو طالب مکی وغیرہ کی کتابیں بہت مشہور ہیں۔ لیکن ان کتب کو وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو احیاء العلوم کو حاصل ہوئی۔ غزالی نے فلسفہ و مذہب دونوں کو سمو کر احیاء العلوم لکھی۔ جس نے خوبی مضمون اور سادگی بیان کی وجہ سے بے حد شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔ اس مقبولیت کا سب سے بڑا سبب امام غزالی کی والہیت اور احساس فرض ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

میں نے دیکھا بیماریاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ آخرت کی نیکیوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں جو علماء راہنما تھے زمانہ ان سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔ جو رہ گئے ہیں وہ نام کے عالم ہیں اور انہیں ذاتی غرضوں نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ علم آخرت دنیا سے نابید ہو چکا ہے اور لوگ اس کو بھلا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور مہر سکوت توڑ دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نہ صرف انسان کی اخلاقی پستیوں کو بے نقاب کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ فرد کی اخلاقی پستی سے خانگی اور اجتماعی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں انسانی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس کے متعلق امام غزالی نے اپنے خیالات نہ ظاہر کئے ہوں آپ نے نفسیاتی الجھنوں کو نہایت ہی چابکدستی سے سلجھایا ہے اور نفسیاتی بیماریوں کے لئے موثر اور آسان علاج بتاتے ہیں۔ جو صرف ایک ماہر علم النفس کا حصہ ہیں۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اسلامی مفکروں میں امام غزالی ہی نے سب سے پہلے نفسیات کے موضوع پر اس قدر وضاحت سے لکھا ہے اور لوگ عوام و خواص سے روشناس کرایا ہے۔ غزالی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عقلی طور پر اسلامی عقائد کو ثابت کیا اور مسلمانوں کو بڑھتی ہوئی گمراہی کو روکا۔



# تفہیمات

حضرت شاہ ولی اللہ کے ذہن میں وقتاً فوقتاً جو اچھوتے خیالات آتے اور مختلف حالات دکوائف پر ان کے جو نادر تاثرات ہوتے وہ انہیں قلم بند فرماتے جاتے تفہیمات ان کے ان ہی خیالات اور تاثرات کا مجموعہ ہے ابھی اس کا دوسرا جز تحقیق وخواشی سے مصری ٹائپ میں شائع ہوا ہے۔

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد


© rasailojaraid.com